(۳۱)

جماعت احمدیہ ہوشیار اور بیدار رہے

(فرمودہ ۱۲-اکتوبر ۱۹۳۴ء)

تشہّد ' تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

آج میں اسی سلسلہ میں جس کے متعلق پچھلے خطبات میں بعض ہدایات دیتا رہا ہوں' ایک بات کہنا چاہتا ہوں لیکن سب سے پہلے اس امر کا اظہار ضروری سمجھتا ہوں کہ بوجہ اس کے کہ اب لوگ مسجد میں زیادہ ہوتے ہیں اور منبر تک پہنچنے میں دیر ہوجاتی ہے۔ جو مؤذّن مسجد میں داخل ہونے کے ساتھ ہی اذان شروع کردیتے ہیں' وہ اپنی مرضی سے نہیں کرتے بلکہ میری ہدایت یہی ہے کہ جب مَیں مسجد میں داخل ہوں وہ اذان شروع کردیں تا لوگوں کے مصافحوں سے فارغ ہوکر میں خطبہ کیلئے تیار ہوجاؤں اور یہی طریق حضرت خلیفۃ المسیح اول کا تھا۔ وہ بھی جب مسجد میں داخل ہوتے تو اشارہ فرمادیتے تھے کہ اذان شروع کردی جائے۔ (یہ وضاحت حضور نے اس لئے فرمائی کہ اس جمعہ میں ایک صاحب نے مؤذّن کو روکا تھا کہ اس وقت تک اذان شروع نہ کرو' جب تک کہ حضور منبر پر پہنچ کر خطبہ کیلئے تیار نہ ہوجائیں)

وہ امر جس کے متعلق میں کچھ کہنا چاہتا ہوں یہ ہے کہ قادیان میں احراری فتنہ کی وجہ سے ہماری جماعت کے بعض لوگ مضطرب سے ہوئے جاتے ہیں اور یوں معلوم ہوتا ہے کہ ان کے دلوں میں کچھ گھبراہٹ اور جلدبازی کے آثار پیدا ہورہے ہیں۔ مومن کا فرض ہے کہ ہوشیار رہے۔ اور اس میں رسول کریم ﷺ کی مثال ہمارے لئے اسوہ حسنہ ہے۔ ایک دفعہ مدینہ کے باہر شور ہوا تو آپ معاً گھر سے نکلے اور کسی صحابی کا گھوڑا لے کر جو ایسی جگہ بندھا

تھا جہاں آپ بآسانی پہنچ سکتے تھے' اکیلے ہی اس شور کی وجہ معلوم کرنے کیلئے چلے گئے۔ ان دنوں خبر مشہور تھی کہ وہ عیسائی قبائل جو قیصر کے ماتحت تھے مدینہ پر حملہ کرنے والے ہیں۔ ایک صحابی بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ شور سن کر اکٹھے ہوئے' بعض مسجد نبویؐ میں جمع ہوگئے اور بعض نے ادھر اُدھر باتیں کرنا شروع کردیں اور سب اس انتظار میں تھے کہ رسول کریم ﷺ جس طرح ارشاد فرمائیں کیا جائے۔ اتنے میں ہم نے دیکھا کہ ایک سوار باہر سے آرہا ہے اور پاس آنے پر معلوم ہوا کہ رسول کریم ﷺ ہیں۔ آپ نے فرمایا میں شور سن کر دیکھنے گیا تھا کہ کیا بات ہے مگر کوئی بات نہیں ہے[۱]۔ اس سے معلوم ہوسکتا ہے کہ آپ ہوشیاری اور احتیاط میں دوسروں سے کس قدر بڑھے ہوئے تھے حالانکہ آپ سے زیادہ بہادر اور کوئی نہیں ہوسکتا۔ جسے اللہ تعالیٰ کا قُرب حاصل ہو اسے اور کس کا خوف ہوسکتا ہے۔ اس کیلئے تمام ڈر مٹ جاتے ہیں بیشک حذر اس کے اعلیٰ اخلاق میں سے ایک خُلق ہوتا ہے مگر ڈر بالکل نہیں ہوتا۔ رسول کریم ﷺ نے اس موقع پر پہلے اس گھوڑے کی تعریف کی اور فرمایا یہ تو سمندر ہے۔ پھر ان لوگوں کی تعریف کی جو مسجد میں جمع ہوگئے تھے اور فرمایا کہ ایسے مواقع پر جمع ہوجانا بہتر ہوتا ہے۔ اور جمع ہونے کیلئے مسجد سے بہتر جگہ اور کوئی نہیں ہوسکتی۔

تاریخ سے پتہ لگتا ہے کہ جب حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں شورش ہوئی تو صحابہ کو باغیوں نے گھروں میں بند کردیا تھا۔ اگر صحابہ ہوشیاری سے کام لیتے اور مسجد میں جمع ہوجاتے تو وہ واقعہ کبھی نہ ہوتا جو ہوا۔ باغیوں نے سب مکانوں پر پہرہ لگادیا اور کسی کو باہر نکلنے نہ دیا اور چونکہ اکیلا آدمی زیادہ کا مقابلہ نہیں کرسکتا اس لئے صحابہؓ کچھ نہ کرسکے اور باغیوں نے حضرت عثمانؓ کو شہید کرڈالا۔ تو بیشک ہوشیاری اور بیداری اعلیٰ اخلاق میں سے ہے اور مومن کو ہمیشہ ہوشیار و چوکس رہنا چاہیئے مگر ہوشیاری اور چیز ہے اور اضطراب اور۔ ہوشیاری سے مراد یہ ہے کہ ہم خبردار رہیں کہ دشمن کیا کرتا ہے لیکن اضطراب کے معنے یہ ہیں کہ ہم سمجھ نہیں سکتے کیا کرنا چاہیئے۔ بیداری اس لئے ہوتی ہے کہ دیکھا جائے دشمن کیا کرتا ہے یا کیا کرنا چاہتا ہے۔ پھر عقل سے اس کا مقابلہ کرنا ہے' اس کے شر سے بچنے کیلئے مناسب طریق اختیار کرنا ہے لیکن یہ چیز مجھے کسی صورت میں پسند نہیں کہ لوگوں میں اضطراب پیدا ہو۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ اَلْاِمَامُ جُنَّۃٌ یُّقَاتَلُ مِنْ وَّرَآئِہٖ[۲] پس جب امام موجود

ہے تو وہ خود سمجھ سکتا ہے کہ کیا کرنا چاہیئے- اور کس طرح کرنا چاہیئے- جماعت کا کام صرف یہ ہے کہ ہوشیار اور بیدار رہے- خبر رکھے کہ دشمن کیا کرتا ہے- اور پھر مرکز کی طرف سے ہدایات کی منتظر رہے پھر جو حکم ملے' پوری فرمانبرداری کے ساتھ اس پر عمل کرے- اور یہ خیال بھی کسی کے دل میں نہ آئے کہ اس طرح مال و جان یا عزت و آبرو پر کسی قسم کا حرف آئے گا یہی کامیابی کی راہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے بتائی ہے- ہمیں اس بات کی فکر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں کہ کسی فتنہ کا کیا نتیجہ نکلے گا- انسان کو ڈر ہمیشہ غیب یعنی لاعلمی کی حالت میں ہوتا ہے- کسی سوراخ میں خواہ دس ہزار کی تھیلی ہی پڑی ہو مگر انسان اس میں ہاتھ ڈالتے ہوئے ڈرے گا کہ کہیں سانپ نہ ہو- لیکن اگر اسے یقین ہو کہ کسی سوراخ میں سانپ ہے تو شاید اسے دلیری سے پکڑ ہی لے- لوگ اندھیرے میں جاتے ہوئے ڈرتے ہیں کہ سانپ' بچھو وغیرہ نہ کاٹ لے لیکن جب سانپ یا بچھو سامنے آجائے تو اسے مار لیتے ہیں- پس بُزدل تو بہرحال ڈرتا ہے لیکن دلیر کو جب خوف کی حقیقت معلوم ہوجائے تو اس کے مقابلہ کیلئے تیار ہوجاتا ہے مگر جس جماعت کو یقین ہو کہ ہم ہی جیتیں گے اور فتح پائیں گے دشمن سے اسے کیا خوف ہوسکتا ہے- جس طرح ہم میں سے ہر ایک کو یقین ہے کہ اس کا فلاں باپ اور فلاں ماں ہے' جس طرح اسے اپنے بچوں اور بیوی کے متعلق یقین ہے' جس طرح وہ اپنے دوستوں کو جانتا ہے' جس طرح اسے یہ علم ہے کہ ہم ہندوستان کے باشندے اور قادیان کے رہنے والے ہیں' جس طرح سورج اور چاند کے وجود پر یقین ہے اسی طرح بلکہ اس سے بڑھ کر ہم اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ احمدیت خدا کی طرف سے ہے اور وہ بہرحال غالب ہوگی- پس کسی فتنہ کے نتیجہ کے متعلق تو ہمیں شبہ ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ ہمارے لئے نتیجہ ظاہر ہے اور اسے کوئی بدل نہیں سکتا- جَفَّ الْقَلَمُ بِمَا هُوَ كَائِنٌ[۲] - جو کچھ ہونا ہے اس پر خداتعالیٰ کی روشنائی خشک ہوچکی ہے- خدا ہی ہے جو اسے بدل سکتا ہے- مگر وہ خود کہہ چکا ہے کہ بعض سنتیں ایسی ہیں جنہیں ہم بھی نہیں بدلا کرتے اس لئے نتائج کے لحاظ سے ہم خداتعالیٰ کے فضل سے بے فکر ہیں- جو مخالفتیں ہمارے لئے مقدر ہیں اور جو فتنے ہم نے دور کرنے ہیں' ان کے مقابل میں اس موجودہ فتنہ کی حقیقت اتنی بھی نہیں جتنی کہ ایک ہاتھی کے مقابلہ میں چیونٹی کی ہوسکتی ہے- جو مشکلات ہمارے لئے مقدر ہیں' وہ اتنی بڑی ہیں کہ بعض احمدیوں کے خیال میں بھی نہیں آسکتیں- صرف وہی لوگ جانتے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ

نے ان کا علم عطا کیا ہے اور وہ بھی ظاہر نہیں کرتے جب تک کہ خداتعالیٰ ان کے اظہار کا موقع نہ لے آئے۔ ان مشکلات کے مقابلہ میں یہ فتنہ تو ایسا ہی ہے جیسے راستہ چلتے ہوئے کسی کے پاؤں کے آگے کنکر آجائے اور وہ اسے پاؤں کی ٹھوکر سے پرے پھینک دے۔

ہم نے تو اس آسمان کو بدل کر نیا آسمان اور اس زمین کو بدل کر نئی زمین پیدا کرنی ہے' ہم نے پہاڑوں کو اڑانا اور سمندروں کو خشک کرنا ہے' نیا آسمان اور نئی زمین بنانے کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے رویاء کو پورا کرنا ہے' پس یہ چیزیں ہمارے سامنے کچھ حقیقت نہیں رکھتیں۔ اللہ تعالیٰ کی یہ بھی سنت ہے کہ جب کوئی برگزیدہ قوم سُست اور غافل ہونے لگے تو اسے آزمائش کے طور پر کسی ابتلاء میں ڈال دیتا ہے۔ پس ہمیں یہ تو ڈر نہیں کہ دشمن ہم پر غالب آجائے گا ہمارے لئے جو خطرہ ہوسکتا ہے وہ یہ ہے کہ ہم خود اپنی جانوں یا آئندہ نسلوں کیلئے کسی فتنہ کا موجب نہ ہوجائیں یا ہماری مقدر فتح کچھ عرصہ پیچھے نہ جاپڑے' اس کے سوا کچھ نہیں۔ ان چیزوں کو کھاد کی طرح سمجھو۔ اس فتنہ کی اتنی ہستی نہیں' اس کا عُشرِ عَشِیر بھی نہیں جو غیرمبائعین کا فتنہ تھا۔ یہ بیچارے تو زیادہ سے زیادہ سال چھ ماہ تک شور کرسکتے ہیں' ان لوگوں میں سے استقلال اُڑچکا ہے' یہ کسی کام کیلئے اٹھیں چند ماہ تک تو ایسا شور رہے گا کہ یوں معلوم ہوگا کہ اب دنیا ان کی یلغار سے نہیں بچے گی لیکن بعد میں ایک سرے سے دوسرے سرے تک گزر جاؤ کوئی بولتا ہوا بھی سنائی نہ دے گا۔ یہ لوگ تو ان کے مقابلہ میں بھی جنہیں اللہ تعالیٰ کی تائید اور نصرت حاصل نہیں' صرف بول کر اور کچھ عرصہ شوروشر کرکے خاموش ہوجاتے ہیں' وہ ہمارا کیا نقصان کرسکتے ہیں۔ بیشک چونکہ ہوشیار اور بیدار رہنا مومن کا فرض ہے اس لئے ہمیں ایسا ہی رہنا چاہیئے ورنہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے اعمال کے نتیجہ کے طور پر تو یہی بات ہے کہ ہمارے مخالف مولوی لمبے عرصہ تک کوئی کام نہیں کرسکتے۔ کچھ عرصہ تک شوروشر کرتے ہیں اور جب کچھ کام نہ ہوتا دیکھ کر لوگ چندہ دینا بند کردیتے ہیں تو یہ کوئی اور راہ نکال لیتے ہیں پھر یہ لوگ خود ہی تھوڑے عرصہ کے بعد خاموش ہوجاتے ہیں۔ پس اپنے مقدر انجام اور ان کے حالات کے لحاظ سے ہمیں کسی قسم کی گھبراہٹ کی ضرورت نہیں ہاں بیداری ضروری ہے مگر جولوگ مضطرب ہوں وہ بیدار نہیں ہوسکتے۔ اور جو بیدار نہیں وہی مضطرب ہوتے ہیں۔ ایسے لوگ دشمن کی شرارت دیکھ کر چاہتے ہیں کہ منٹ دو منٹ میں فیصلہ کردیں' ماردیں یا مرجائیں کیونکہ وہ یہ نہیں

کرسکتے کہ سال بھر روزانہ کچھ عرصہ جاگ کر دشمن کو ناکام بنانے کی کوشش کریں مگر یہ بھی دراصل بُزدلی ہے کیونکہ ڈرپوک آدمی زیادہ دیر تک تکلیف برداشت نہیں کرسکتا- بہادری یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ ہزار سال کیلئے چاہتا ہے کہ ہم مخالفین کی طرف سے بیدار رہیں تو ہم ایسا ہی کریں- ہم نے تو کام کرنا ہے جو کام اللہ تعالیٰ چاہے لے لے- اگر وہ ہمارے لئے بیٹھنا مقرر کردے تو چاہیئے کہ بیٹھے رہیں اور اگر چلنا مقرر کردے تو چاہیئے کہ چلتے رہیں-

اُحد کی جنگ میں رسول کریم ﷺ نے چند صحابہ کو ایک درّہ پر کھڑا کیا اور فرمایا کہ چاہے فتح ہو یا شکست اس جگہ کو ہرگز نہ چھوڑنا- آخر اللہ تعالیٰ نے دشمنوں کو شکست دی اور مسلمانوں نے ان کا تعاقب کیا اس وقت ان لوگوں نے جو درّہ پر مقرر تھے' اپنے افسر سے کہا کہ ہم تو جہاد سے محروم ہی رہ گئے اب تو فتح ہوگئی چلو ہم بھی شامل ہوجائیں- افسر نے بہتیرا سمجھایا کہ رسول کریم ﷺ نے فتح کی صورت میں بھی یہاں سے ہلنے کی ممانعت کی تھی- مگر انہوں نے جواب دیا کہ آپ کا مطلب تو صرف زور دینا تھا یہ غلطی ہوگی کہ اب بھی ہم یہیں کھڑے رہیں- افسر نے تو جانے سے انکار کردیا مگر وہ بھاگ گئے- حضرت خالد بن ولید نے جو اس وقت تک مسلمان نہ ہوئے تھے' درّہ کو خالی دیکھ لیا اور چونکہ ذہن تیز تھا اس لئے اس موقع کو غنیمت سمجھا اور اپنی فوج کو جمع کرکے مسلمانوں پر پیچھے سے حملہ کردیا- جو افسر وہاں کھڑے رہے تھے وہ بیچارے کیا کرسکتے تھے آنِ واحد میں ٹکڑے ٹکڑے ہوگئے اور نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمان جو سمجھ رہے تھے کہ ہماری فتح ہوچکی ہے' انہیں اس وقت ہوش آیا جب واپس لوٹنے کی بھی کوئی راہ نہ رہی- سب لشکر پراگندہ ہوگیا اور رسول کریم ﷺ چند آدمیوں سمیت دشمن کے نرغہ میں آگئے- یہ اتنا بڑا فتنہ کس لئے پیدا ہوا- صرف اسی وجہ سے کہ ان لوگوں نے سمجھ لیا تھا کہ کھڑا رہنے کا نام جہاد نہیں حالانکہ اگر کسی کو دینی مصلحت سے بظاہر ایک آرام کی حالت میں کھڑا کردیا جائے تو اس کیلئے یہ بھی جہاد ہی ہے- جہاد یہی ہے کہ دین کیلئے جو حکم ہو' اس پر عمل کیا جائے بلکہ ایک طرح تلوار کے ساتھ جہاد کرنے والے سے ایسے انسان کا درجہ زیادہ ہوتا ہے کیونکہ اسے تو اللہ تعالیٰ کی راہ میں جان دینے کی لذت حاصل ہورہی ہوتی ہے اور یہ کُڑھ رہا ہوتا ہے کہ مجھے جو یہاں کھڑا کردیا گیا ہے' شاید یہ سزا ہی ہو اس لئے اسے دُہرا ثواب ہوتا ہے- بہرحال یہ ثابت ہے کہ ان لوگوں کو جو کسی کام پر مقرر کئے جائیں ویسا ہی جہاد کا ثواب ہوتا ہے جیسا کہ تلوار سے جہاد کرنے والوں کو- جہاد کیلئے

لڑنا مرنا ہی ضروری نہیں بلکہ اگر حکم ہو تو گالیاں کھاکر صبر کرنا' ماریں کھانا' دشمن کو حملہ کرتے دیکھ کر خاموش رہنا بھی ویسا ہی جہاد ہے۔ اَلْاِمَامُ جُنَّۃٌ یُقَاتَلُ مِنْ وَّرَائِہٖ میں یہی بتایا گیا ہے کہ اسی کا نام جہاد ہے کہ جو امام کہے ویسا ہی کرو۔ نفس انسانی بھی بعض دفعہ ایسے دھوکے دیتا ہے کہ مثلاً ہم بہت ست ہیں' چپ چاپ بیٹھے ہیں' دشمن کی شرارتوں کا سدباب نہیں کرتے لیکن اگر یہ خیال کرلیا جائے کہ امام موجود ہے وہ جو حکم دے گا' وہی بہتر ہوگا۔ تو پھر ایسے خیالات خودبخود دور ہوجاتے ہیں۔ پس اضطراب کبھی پیدا نہ ہو۔ ہاں ہوشیار ضرور رہو کہ کیا ہورہا ہے۔ خود قدم نہ اٹھاؤ بلکہ انتظار کرو کہ امام کیا حکم دیتا ہے۔

اس وقت سارے ہندوستان میں احمدیت کے خلاف بہت شور ہے مگر جن مخالفتوں کا مقابلہ کرنا ہمارے لئے مقدر ہے' ان کے مقابلہ میں یہ شوروشر کچھ حقیقت نہیں رکھتا۔ میرے پاس جو رپورٹیں آتی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض حکام بھی فتنہ انگیزوں سے ملے ہوئے ہیں اور بعض اوقات ایسے احکام صادر کردیتے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ گویا انگریزوں کی نہیں بلکہ سکھوں کی حکومت ہے۔ سکھوں کے ایک زمانہ میں بعض اوقات ایسا ہوتا تھا کہ سکھ کوئی لکھا ہوا کاغذ لئے پھرتے اور ظاہر یہ کرتے کہ گویا کسی کا خط آیا ہے اور ہر راہ گزر سے کہتے کہ اسے پڑھ دو۔ اور جو پڑھ دیتا یا جواب میں کوئی عربی یا فارسی کا لفظ بول دیتا اسے مسلمان سمجھ کر تلوار سے گردن اتار دیتے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سنایا کرتے تھے کہ امرتسر میں ایک سکھ ایسا ہی خط لئے پھرتا تھا' اس زمانہ میں ڈاکخانے تو نہیں تھے اس لئے خط سے موجودہ زمانہ کے مروجہ خط مراد نہیں بلکہ کوئی تحریر مراد ہے جو شخص اس تحریر کو پڑھ دیتا اسے وہ سکھ مارڈالتا۔ چنانچہ ایک شخص سے اس نے پڑھنے کو کہا تو اس نے جواب دیا کہ میں تو بالکل پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ وہ سکھ کہنے لگا کہ اگر پڑھے ہوئے نہیں تو یہ کلبلیاں☆ کہاں سے سیکھ گئے ہو اور یہ کہہ کر تلوار چلادی۔ عجیب بات ہے کہ آج مسلمان سکھوں کی تعداد کی نسبت سے آدھے تعلیم یافتہ ہیں مگر اس زمانہ میں تعلیم یافتہ شخص کو لازماً مسلمان سمجھا جاتا تھا۔ تو میں کہہ رہا تھا کہ آج کل بعض افسر بھی بعض اوقات ایسے ہی حکم دے دیتے ہیں۔ مجھے یہ معلوم کرکے تعجب ہوا کہ ایک مجسٹریٹ نے بعض غیراحمدیوں سے کہا کہ تم کیوں علیحدہ جمعہ کی نماز پڑھتے ہو احراریوں کے ساتھ کیوں نہیں پڑھتے۔ انگریزوں کا مقرر کردہ مجسٹریٹ تو ایسا نہیں کہہ سکتا۔ ہاں احراریوں کا اپنا مجسٹریٹ ہو تو وہ بیشک یہ بات کہہ

☆ چونچلے - اٹھکیلیاں

سکتا ہے۔ بہرحال اس وقت بعض حکام بھی اس مخالفت میں کسی نہ کسی طرح فتنہ انگیزوں کو مدد دے رہے ہیں۔ مگر اچھی طرح یاد رکھو کہ یہ چیزیں کوئی حقیقت نہیں رکھتیں اور ان سے گھبراہٹ کی کوئی وجہ نہیں۔ کچھ عرصہ کی بات ہے' یہاں ہمارے مخالفین کی طرف سے کچھ شورش ہوئی۔ اس وقت ایک دوست کے متعلق مجھے معلوم ہوا کہ وہ بھی موقع پر موجود تھے۔ وہ صحابی ہیں میں نے انہیں اس لئے بلایا کہ صحیح حالات معلوم کروں مگر وہ بجائے گواہی دینے کے مجھے تسلی دینے لگے کہ آپ پرواہ نہ کریں' یہ باتیں کچھ چیز نہیں ہیں ہم نے اس سے بہت بڑی مخالفتیں دیکھی ہیں۔ ایک دفعہ ہم کچھ لوگ مٹی کھود رہے تھے۔ اور نانا جان (حضرت میر ناصر نواب صاحب) نے ہمیں یہ کام سپرد کیا تھا کہ اتنے میں کسی نے آکر کہا کہ مرزا نظام الدین صاحب آرہے ہیں۔ مرزا نظام الدین صاحب ہمارے چچا تھے۔ ان کو اپنے حقوق کا بہت خیال رہتا تھا اور وہ اس بات کو اپنے مالکانہ حقوق کے منافی خیال کرتے تھے کہ دوسرے لوگ کہیں سے مٹی وغیرہ اٹھائیں۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس کی عام اجازت دے رکھی تھی۔ تو وہ دوست مجھے سنانے لگے کہ جب کسی نے آکر کہا کہ مرزا نظام الدین آگئے تو باقی لوگ تو سب چلے گئے مگر میں وہیں کھڑا رہا اور ہاتھ اٹھا کر میں نے دعا کی۔ کہ اے خدا! اس وقت مجھ پر وہی وقت آیا ہے جو تیرے رسول پر غارِ ثور میں آیا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مرزا نظام الدین آئے مگر میں انہیں نظر نہ آیا۔ گویا اس دوست نے اس نہایت معمولی واقعہ کو غارِ ثور کے واقعہ کے برابر سمجھا۔ اس طرح بعض لوگ معمولی باتوں کو بہت اہمیت دے لیتے ہیں ایسا نہیں ہونا چاہیئے۔ افسروں میں سے بعض ایسے بھی ہوتے ہیں جو قانون کو سمجھ نہیں سکتے بعض دیانتداری اور بعض بددیانتی سے بھی غلطیاں کرتے ہیں مگر ان باتوں کی پرواہ نہ کرو۔ ہماری نظر اس گورنمنٹ کی طرف نہیں بلکہ آسمانی گورنمنٹ کی طرف ہے اور ہماری کامیابی کا انحصار تقویٰ پر ہے۔ پس اپنے اعمال کی اصلاح کرو اور اپنے دلوں میں تقویٰ پیدا کرو۔ ایک دفعہ ایک نظم لکھتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک مصرعہ لکھا تھا۔

"ہر اک نیکی کی جڑ یہ اتقاء ہے"

اس پر دوسرا مصرعہ یہ الہام ہوا۔

"اگر یہ جڑ رہی سب کچھ رہا ہے"

پس ہمارے لئے خداتعالیٰ نے کامیابی کا گُر یہی رکھا ہے۔ کہ تقویٰ سے وابستہ رہیں۔

اپنے اندر بیداری اور تقویٰ پیدا کرو۔ ہم دنیوی باتوں سے کامیاب نہیں ہوسکتے۔ دوست، علم، جبتھہ کوئی چیز ہمیں کامیاب نہیں کرسکتی۔ دنیا میں ہم سے بہت زیادہ یہ چیزیں رکھنے والے موجود ہیں۔ ہم تو ایسی صورت میں ترقی کرسکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے فرشتے ہمارے آگے آگے کہتے جائیں کہ ان کے لئے راستہ چھوڑ دو، راستہ چھوڑ دو۔ پس تم اپنے نفوس میں تقویٰ، خوف الٰہی اور بیداری پیدا کرو۔ تم میں سے کتنے ہیں جو تہجد کی نماز پڑھتے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق پیدا کرلو تو خودبخود ہی سب کام ہوتے جائیں گے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک قصہ سنایا کرتے تھے کہ ایک شخص کسی سفر پر جانے لگا تو اس نے اپنا کچھ روپیہ قاضی کے پاس بمد امانت رکھوایا۔ عرصہ کے بعد واپس آکر اس نے جب روپیہ مانگا تو قاضی کی نیت بدل گئی اور اس نے کہا میاں عقل کی دوا کرو، کونسا روپیہ اور کیسی امانت۔ میرے پاس تم نے کب روپیہ رکھوایا تھا۔ اس نے کوئی تحریر وغیرہ تو لی نہیں تھی کیونکہ وہ سمجھتا تھا قاضی صاحب کی ذات ہی کافی ہے۔ مگر قاضی صاحب نے کہا کہ اگر کوئی روپیہ رکھ گئے تھے تو لاؤ ثبوت پیش کرو، کوئی رسید دکھاؤ، کوئی گواہ لاؤ۔ اس نے بہت یاددلایا مگر وہ یہی کہتا گیا کہ تمہارا دماغ پھر گیا ہے۔ میں نے کوئی روپیہ نہیں لیا۔ آخر اس نے بادشاہ کے پاس شکایت کی۔ بادشاہ نے کہا کہ عدالت کے طور پر تو میں تمہارے خلاف فیصلہ کرنے پر مجبور ہوں کیونکہ کوئی تحریر نہیں، گواہ نہیں، ہاں ایک ترکیب بتاتا ہوں اگر تم سچے ہو تو اس سے فائدہ اٹھاسکتے ہو۔ فلاں دن ہمارا جلوس نکلے گا اور قاضی بھی اپنی ڈیوڑھی کے آگے موجود رہے گا تم بھی کہیں اس کے پاس کھڑے ہوجانا۔ میں تمہارے پاس پہنچ کر تمہارے ساتھ بے تکلفی سے بات چیت شروع کردوں گا کہ تم ہمیں ملنے کیوں نہیں آتے اتنے عرصہ سے ملاقات نہیں ہوئی اور تم کہنا کہ یونہی کچھ پریشانیاں سی تھیں، اس لئے حاضر نہیں ہوسکا۔ اس شخص نے ایسا ہی کیا اور جلوس کے دن قاضی صاحب کے پاس ہی کھڑا ہوگیا۔ بادشاہ آیا تو بادشاہ نے قاضی کی بجائے اس شخص سے مخاطب ہوکر بات شروع کردی اور کہا تم کہاں چلے گئے تھے، عرصہ سے ملاقات نہیں ہوئی اس نے اپنے سفر کا حال بتایا۔ پھر بادشاہ نے پوچھا واپسی پر کیوں نہیں ملے۔ اس نے جواب دیا کہ یونہی بعض پریشانیاں تھیں، کچھ وصولیاں وغیرہ کرنی تھیں۔ بادشاہ نے اسے کہا نہیں تمہیں ضرور ملنا چاہیئے، جلدی جلدی آیا کرو۔ جب بادشاہ کا جلوس گزر گیا تو قاضی صاحب نے اس سے کہا کہ میاں ذرا بات تو سنو۔ تم اس دن آئے تھے اور کسی امانت کا ذکر کرتے تھے۔

میں اب بوڑھا ہوگیا ہوں- عقل اچھی طرح کام نہیں کرتی- کچھ اتا پتا بتاؤ تو یاد آئے- اس نے پھر وہی باتیں یاد دلائیں جو پہلے کئی بار یاد دلا چکا تھا- اس پر قاضی صاحب کہنے لگے- اچھا فلاں قسم کی تھیلی تمہاری ہی ہے وہ تو پڑی ہے لے جاؤ- اور لاکر روپیہ اسے دے دیا- یہ قصہ سنا کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ دنیا کی مخالفت سے کیا ڈرنا- کوئی بڑے سے بڑا جرنیل بھی تو تلواروں اور گولیوں وغیرہ سے ہی نقصان پہنچاسکتا ہے- مگر یہ ساری چیزیں ہمارے خدا کی ہیں- اگر وہ کہے کہ اس طرف وار نہ کرو تو کون کرسکتا ہے- پس بندہ کواللہ تعالیٰ سے دوستی کرنی چاہیئے- اس سے محبت کرنی چاہیئے- ڈر سے یا مرنے مارنے سے کام نہیں بنتا- ترقی کی یہی راہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو خدا کے ہاتھ میں دے دے- اور جس طرف وہ لے جانا چاہے' چلتا جائے-

(الفضل ۲۱- اکتوبر ۱۹۳۴ء)

۱؎ بخاری' کتاب الجهاد باب السرعة والركض فی الفزع

۲؎ بخاری کتاب الجهاد باب یقاتل من وراء الامام و یتقی به

۳؎ بخاری کتاب القدر باب جف القلم علی علم اللّٰه میں حدیث کے الفاظ یوں آئے ہیں "جَفَّ الْقَلَمُ بِمَا اَنْتَ لَاقٍ"

۴؎ بخاری کتاب المغازی باب غزوة اُحد